مَطلُوبُ المُومنینؔ

مصنّف
حکیم خواجہ نصیر الدّین طوسی

مترجم
نصیر الدّین نصیر ہنزئی

شائع کردہ
دارُالحکمۃ الاِسماعیلیۃ
ہنزہ - گلگت

0. 50 PS.

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مَطۡلُوبُ الۡمُؤۡمِنِیۡن

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ عَرَّفَنَا بِنَفۡسِہٖ [1] وَعَلَّمَنَا مِنۡ شُکۡرِہٖ ۔ وَفَتَحَ لَنَا بَابًا مِنۡ اَبۡوَابِ الۡعِلۡمِ بِرُبُوۡبِیَّتِہٖ [2] وَدَلَّنَا لِاِخۡلَاصِ فِیۡ تَوۡحِیۡدِہٖ

تعریف وستائش ہے اللہ تعالیٰ کی، کہ جس نے خود ہی ہم کو اپنی

---

[1] یہ اشارہ حدیث قدسی کے اس ارشاد کی طرف ہے کہ "کُنۡتُ کَنۡزًا مَخۡفِیًا فَاَحۡبَبۡتُ اَنۡ اُعۡرَفَ فَخَلَقۡتُ الۡخَلۡقَ وَتَعَرَّفۡتُ اِلَیۡھِمۡ فَبِیۡ عَرَفُوۡنِیۡ وَعُرِفۡتُ بِھِمۡ" میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا۔ پس میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں، تو میں نے خلق کو پیدا کیا اور میں نے خود ہی ان کو اپنا تعارف کرایا، پس انہوں نے میرے ذریعے مجھے پہچان لیا اور میں ان سے پہچانا گیا (از تکملہ معراج النبوت محدث دہلوی)

[2] ربوبیت رب کی صفت ہے، یہ نظامِ پرورش کا عنوان ہے جس کے تحت عقل، روح اور جسم کی پرورش ہوتی رہتی ہے اس مطلب کی تفصیل کیلئے کتاب فلسفۂ دعا۔ صفحات از ۳۸ تا ۴۳ ملاحظہ ہو! (مترجم)

ISW LS Institute for Spiritual Wisdom and Luminous Science Knowledge for a united humanity

ذات اقدس کی شناخت کرائی اور اس نے ہمیں (اس نعمتِ عظمیٰ کی) قدردانی سکھائی ، اور یہ دیکھنے سے کہ وہ جسم وجان کی پرورش کس طرح فرماتا ہے؟ اُس نے ہمارے لئے خصوصی علم کے دروازوں میں سے ایک دروازہ کھول دیا اور اپنی توحید کے اخلاص وپاکیزگی کی نشاندہی فرمائی)۔

نصیرُ الدّین محمد طوسی ، جو دعوتِ برحق کے غلاموں میں سے ایک کمترین غلام ہے ، ہرچند کہ اپنے آپ کو اس قابل نہیں دیکھتا ، کہ علم کے بارے میں بات کرے ۔ لیکن چونکہ حضرت سرکارِ نامدار (یعنی امامِ عالی وقار) نے خود ہی اس غلام کو ارشاد فرمایا کہ " تم نے پاک " فصولِ مُبارک " اور دینی پیشواؤں کے کتب میں سے جو کچھ علمی معاملات کے متعلق سُنا ہے ، وہ (حقائق) علم طلب کرنے والے مومنین کے لئے بیان کرو "

پس مذکورہ غلام نے اس فرمان کے بموجب ان چند مطالب کو مُنتخب کیا ، تاکہ جو لوگ دینِ حق کی طلب کریں ، تو ان کو ان حقائق کا سمجھ لینا مشکل نہ ہو ، چونکہ انسانی وجوہ کی ترکیب چار عناصر سے بنی ہے اس لئے یہ کتابچہ بھی چار عناصر کے برابر چار فصلوں میں مختصر لکھا گیا تاکہ جو لوگ سچے دین کے خواہاں وجویا ہوں ، تو وہ بآسانی اس کی پیروی کرسکیں ، اور اس رسالے کا نام "مطلوب المومنین" رکھا پس بزرگوں ، عزیزوں اور رفیقوں (اللہ تعالیٰ ان کی نیک توفیق میں اضافہ کرے) کی بے دریغ مہربانی سے اس بندے کی توقع یہ ہے کہ

جب وہ اس رسالے کا مطالعہ و ملاحظہ فرمائیں اور اس میں کوئی غیر موزون لفظ یا بے موقع معنی یا کسی قسم کی بھول چوک دیکھ پائیں، تو اس کو اس عام و ناتمام بندے ہی سے منسوب کرتے ہوئے اس کی اصلاح فرمائیں اور بزرگانہ طریق پر شفقت کے دامن میں اس کو چھپا لیا کریں، اور اگر اس میں کچھ پسندیدہ باتیں اور موافق و مناسب حقیقتیں پائی جائیں، تو سمجھ لیں کہ یہ تو امامِ زمان علیہ السّلام کی مبارک ہستی ہی کی جانب سے ہیں اور ایسی باتوں کو رضا و رغبت کے کان سے سن لیا کریں اور اس ضعیف و ناتوان بندے کو اپنی نیک دعاؤں میں یاد فرمائیں۔

"مطلوب المومنین" کی ان فصلوں کی فہرست، جن میں اس مطلب کی تفصیل بنائی گئی ہے، مندرجہ ذیل ہے:-

پہلی فصل: مَبدا[1] اور معاد[2] کے بیان میں۔

دوسری فصل: اسماعیلی مومن کے بیان میں۔

تیسری فصل: تولّا اور تبرّا کے بیان میں۔

چوتھی فصل: شریعت کے سات ستون کے بیان میں۔

---

[1] مَبدا، کے معنی ہیں: اصل، سبب، شروع اور اصطلاحاً وہ ازلی مقام جہاں سے انسان کی روحانی تخلیق شروع ہوئی۔

[2] معاد کے معنی ہیں: لوٹ کر جانے کی جگہ۔ جائے بازگشت، اصطلاحاً وہ ابدی مقام جہاں تک پہنچ جانا انسان کے لئے لازمی اور ضروری ہے۔

Institute for Spiritual Wisdom and Luminous Science
Knowledge for a united humanity

پہلی فصل

مبداء اور معاد کے بیان میں

ہر دانشمند آدمی کو یہ جاننا چاہیئے، کہ انسانی وجود کا جو مبداء موجود ہو جاتا ہے وہ باری تعالےٰ کے اثر سے اور عقلِ کُلؔ، نفسِ کُلؔ، آسمانوں، ستاروں اور طبائع[1] کی تاثیرات کی وساطت سے ہو جاتا ہے اور عالمِ سُفلی عالمِ عُلوی کا ایک اثر[2] ہے (یعنی یہ زمین سورج اور آسمان کے عمل سے پیدا ہوئی ہے) چنانچہ حکمتِ الٰہی کے مشاہدات اور عقلی دلائل کے نتائج سے ہمیں یہ معلوم ہوجاتا ہے کہ اس کائنات کی تخلیق سے باری سبحانہ وتعالیٰ کا جو مقصد تھا وہ دراصل انسان ہی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ۔ "لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ۔ (یعنی اے انسانِ کامل!) اگر آپ نہ ہوتے، تو میں البتہ

---

[1] طبائع : چار عناصر کی طبیعتیں ہیں، یعنی مٹی کی خشکی و سردی، پانی کی تری و سردی، ہوا کی تری و گرمی اور آگ کی گرمی و خشکی۔

[2] سات یا نو آسمان کی واقعیت کیا ہے؟ اور ان سے زمین کو کیسے کیسے آثار حاصل ہوتے ہیں؟ اس قسم کے بہت سے سوالات کے جوابات کتاب "مفتاح الحکمت" صفحہ ۹۶ تا صفحہ ۱۱۴ مندرج ہیں۔ (مترجم)

Institute for Spiritual Wisdom and Luminous Science
Knowledge for a united humanity

آسمانوں کو پیدا ہی نہ کرتا"۔ کیونکہ جو علم و معرفت انسان میں موجود ہے، وہ آسمانوں، ستاروں، جمادات اور حیوانات میں موجود ہو نہیں سکتی، اس لئے تمام موجودات میں سے صرف انسان ہی پسندیدہ اور منتخب ہے، اس قرآنی دلیل سے کہ:" وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ " اور ہم نے یقیناً آدم کی اولاد کو عزّت دی اور خشکی و تری میں (مختلف ذرائع سے) لئے لئے پھرے"۔

جب یہ معلوم ہوا کہ انسانی وجود کا مَبداء خدائے تعالےٰ کے امر[1] سے موجود ہوا ہے، اور آفرینشِ عالم کا مقصود بس وہی ہے اور وہی سب (مخلوقات) سے زیادہ اصیل و شریف جوہر ہے تو ہر دانشمند انسان پر یہ واجب ہوتا ہے، کہ اپنے مبداء اور معاد کو جیسا کہ چاہیے، پہچان لیا کرے، اور اپنے متعلق تحقیق کر لیا کرے، کہ وہ کہاں سے آیا ہوا ہے؟ اور کس کام کے لئے آیا ہے؟ اور بالآخر اُسے لوٹ کر کہاں جانا ہے؟ تاکہ وہ اپنے آپ کو اور آفرینشِ عالم کو بحقیقت پہچان سکے گا، اور وہ آفاق و انفس کو باطل قرار دینے والا نہ ہوگا۔ مگر یہ تمام حقائق پروردگار کی پہچان کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتے، اور پروردگار کی پہچان رسول علیہ السّلام اور آنحضرت کے

---

[1] انسان کا مَبداء اور معاد فی الاصل ایک ہی ہے، یعنی وہ آغاز میں جہاں سے آیا ہے، اسے لوٹ کر بالآخر وہیں جانا ہے، انسان کا وہ مقام اوّلین و آخرین خدائے تعالیٰ کا امر ہے، تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو کتاب " وجہِ دین اردو" کلام ۔۳۔ (مترجم)

برحق فرزندوں کی پہچان کے بغیر حاصل نہیں ہوتی۔ کیونکہ فرزندان رسول ہی امام زماں ہیں، اور آنحضرت کے خلیفہ، وصی اور قائم مقام ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:۔

" اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَہ ۲/۲۸ میں یقیناً (ہمیشہ کے لئے اپنا) ایک نائب روئے زمین پر بنانے والا ہوں " اور وہ حضرت رسولؐ کی حدیث ہے کہ۔" لَوْ خَلَتِ الْاَرْضُ مِنْ اِمَامٍ سَاعَۃً لَمَادَتْ بِاَھْلِھَا[۱]" اگر زمین ایک گھنٹے کیلئے امام سے خالی رہ گئی، تو وہ اپنے باشندوں کے ساتھ متزلزل ہو کر ہلاک ہو جائے گی۔ نیز رسول اللہؐ نے فرمایا کہ۔" مَنْ مَاتَ وَلَمْ یَعْرِفْ اِمَامَ زَمَانِہٖ فَمَاتَ مِیْتَۃً جَاھِلِیَّۃً وَالْجَاھِلُ فِی النَّارِ[۲]۔ جو شخص اپنے زمانے کے امام کو پہچانے بغیر مرجائے تو وہ دراصل جاہلانہ موت ہی میں مرا اور جاہل آتش دوزخ میں ہے"

---

[۱] یہ حدیث سیریا کے اسماعیلیوں میں اس طرح مشہور ہے۔

لَوْ خَلَا الْکَوْنُ مِنَ الْاِمَامِ فَرْدَ سَاعَۃً لَمَادَ بِاَھْلِہٖ۔ نیز:۔ لَوْ خَلَتِ الْاَرْضُ مِنَ الْاِمَامِ سَاعَۃً لَمَادَتْ بِاَھْلِھَا۔

[۲] یہ حدیث دعائم الاسلام (عربی) جلد اوّل صفحہ ۲۵ پر اس طرح ہے:۔

مَنْ مَاتَ لَا یَعْرِفُ اِمَامَ دَھْرِہٖ حَیًّا مَاتَ مِیْتَۃً جَاھِلِیَّۃً۔ مگر "وجہِ دین" کلام ۳۶ میں بالکل اسی طرح ہے، جس طرح متن بالا میں ہے۔ (مترجم)

جب اس دانا آدمی نے اپنے خالق و پروردگار کو پہچان لیا، اور رسول و امامِ زمان کی معرفت حاصل کر لی تو وہ اپنے مبدا اور معاد کو (پوری طرح سے) سمجھ لیا ہوتا ہے۔ اس کے بعد اس پر یہ واجب ہوتا ہے کہ عبادت اور فرمانبرداری کی شرائط بجا لائیں۔ چنانچہ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:-

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ [سورہ ۵۱ آیہ ۵۶]

اور میں نے جنّات اور آدمیوں کو اسی غرض سے پیدا کیا کہ وہ میری عبادت کریں۔" یعنی پہلے مجھے پہچانیں پھر عبادت کریں۔ پس عبادت کا دارومدار معرفت پر ہے۔ مگر حق تعالیٰ کی معرفت عقل جزوی سے میسّر نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ ایک عام انسان جو کچھ بھی خدا کی شناخت اور صفات (اپنے تصوّر میں) رکھتا ہو، وہ بھی تعلیم کے بغیر حاصل نہیں ہوتی ہے۔ پس حق تعالیٰ کی شناخت سب سے بڑی مشکل ہے، اور (جو چیزیں صرف تعلیم ہی سے حاصل ہوتی ہیں، ان میں معرفت ہی وہ) اوّلین فرض ہے جس کے لئے تعلیم کی ضرورت ہے اور یہ تعلیم (قدرتی اور معجزانہ طور پر) ایک ایسے معلّم کو پہنچتی ہے، جس کو اکتسابی[۱] معرفت (یعنی ظاہری تعلیم

[۱] حصولِ علم کے بنیادی ذرائع دو ہیں، ایک باطنی ہے اور دوسرا ظاہری باطنی اور قدرتی ذریعے سے انسان کو جو علم عطا کر دیا جاتا ہے، اُسے "علمِ عطائی" کہتے ہیں، اور ظاہری و انسانی ذریعے سے وہ خود جدوجہد کر کے جو علم کما لیتا ہے اُسے "علم اکتسابی" کہتے ہیں تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو کتاب وجہِ دین اردو "کلام ۱۰" (مترجم)

سے حاصل کی جانے والی معرفت کی کوئی ضرورت نہیں۔

پس جو اصل وجوہر اس کائنات کی آفرینش کا مطلوب ومقصود ہے، اس کے لئے یہ ہرگز مناسب نہیں، کہ بس حیوان ہی کی طرح کھائے اور سوئے، اور نفسانی لذّتوں میں مشغول ہوجایا کرے، اور (خدا، رسول اور صاحب امر کی) فرمانبرداری میں کوتاہی کرتا ہے۔ یہاں تک کہ حیوان کے درجے سے بھی نیچے چلا جائے، جیسا کہ حق تعالیٰ کا قول ہے :-

"اِنْ ھُمْ اِلَّا کَالْاَنْعَامِ بَلْ ھُمْ اَضَلُّ سَبِیْلًا" (سورہ ۲۵ آیۃ ۴۴)،

وہ تو بس بالکل جانوروں کی طرح ہیں، بلکہ اُن سے بھی زیادہ طریقِ فطرت سے بھٹکے ہوئے ہیں۔"

پس جب بھی دانشمند مومن امامِ زمان کے امر و فرمان کے مطابق معلّمِ صادق کی طرف سے کسی کام کے لئے مامور ہوجائے تو اسے اپنا، مال، عیال، جان اور جسم عزیز نہ رکھنا چاہیئے کہ یہ سب کچھ اُسے صرف چند روز کے لئے دیا گیا ہے۔ اس کو چاہیئے کہ یہ سب کچھ خدا کے راستے میں قربان کردے، اور اپنے وجود کو سامنے سے ہٹا دے (یعنی عبادت اور اعمالِ صالحہ کے ذریعہ اپنی روحانی حقیقت کے سامنے سے نفسیاتی خواہشات کی کدورت کو ہٹا دے) تاکہ جس طرح وہ واجب الوجود کے امر سے موجود ہوا ہے۔ اسی طرح امر و فرمان ہی کے ذریعہ اس مجازی عالم سے بھی اس حقیقی عالم میں واپس جاسکے گا۔ اسی معنی میں کہا گیا ہے،

کہ :- " كُلُّ شَيْءٍ يَرْجِعُ إِلَى أَصْلِهِ " ہر چیز اپنی اصل ہی کی طرف لوٹ جاتی ہے " اسی طرح سے وہ اپنے معاد میں پہنچا ہوا ہوتا ہے ، بیت :-

باز گردد با اصلِ خود ہمہ چیز　　زرِ صافی و نقرہ وارزیز

یعنی ہر چیز اپنی اصل ہی کی طرف لوٹ جاتی ہے اکھرا سونا بھی چاندی بھی اور قلعی بھی ۔

دُوسری فصل

اسماعیلی مومن کے بیان میں

جو لوگ دینِ حق کے طلبگار ہیں، اور اپنے آپ کو اسماعیلی سمجھتے ہیں، تو چاہیے کہ مومنی کی شرائط اور اسماعیلیت کے معنی سمجھ لیں۔ اسماعیلیت کے معنی یہ ہیں، کہ جو شخص مومنی کا دعوئ کرے، تو اس میں تین نشان ہونا چاہئیں،

پہلا نشان: اُس کو حجّتِ اعظم[1] کے اثبات کے ذریعہ امامِ زماں کی معرفت حاصل ہونی چاہیے، اور اسے معلّمِ صادق کے امر و فرمان کا تابع ہونا چاہیے اور ایک لمحے کے لئے بھی حق

---

[1] حجتِ اعظم یعنی باب ہر ناطق پیغمبر، ہر اساس، اور ہر امام کے باطنی اور نورانی علم کے دروازے کی حیثیت سے ہوتا ہے، پس امامِ زماں کی خاص معرفت حجتِ اعظم کی خاص تعلیم ہی سے شروع ہو جاتی ہے، مگر جب دُورِ قیامت کا آغاز ہوتا ہے، تو اسمیں امامِ زمان خود ہی اپنی معرفت کی روشنی بخشتے ہیں۔ کتاب "سلسلۂ نورِ امامت"، میں از ص۲۴ تا ص۵۲ عقلِ کلّ، نفسِ کلّ، ناطق، اساس، امام، حجّت، داعی اور دوسرے تمام حدود کا بیان موجود ہے (مترجم)

تعالیٰ کی یاد اور فکر سے خالی نہ ہو۔

دوسرا نشان: رضا ہے، یعنی خیر و شر اور نفع و ضرر کی وجہ سے اس پر جو کچھ بھی گزرے تو وہ اُس سے متغیّر نہ ہو۔

تیسرا نشان: تسلیم ہے، یعنی واپس حوالہ کرنا اور حوالہ کرنا یہ ہے، کہ انسان کی جو چیز ایسی ہو، کہ وہ انسان کے ساتھ دوسرے جہاں میں نہیں جا سکتی ہے تو مومن ایسی چیزوں کو عارضی و عاریت سمجھے، اور ان کو واپس حوالہ کرے، جیسے جاہ، مال اور عیال کہ یہ سب چند روزہ چیزیں ہیں۔ اسی طرح کی سب دُنیاوی چیزیں خدا کے راستے میں صرف کرے، تاکہ وہ مومنی کے درجے میں پہنچا ہوا ہوگا، چنانچہ ارشادِ ربانی ہے:-

" فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا (سورہ ۴، آیہ ۶۵)، پس اے رسولؐ! آپ کے پروردگار کی قسم یہ لوگ سچّے مومن نہ ہوں گے، تاوقتیکہ اپنے باہمی جھگڑوں میں آپ کو اپنا حاکم (نہ) بنائیں، پھر (یہی نہیں بلکہ) جو کچھ آپ فیصلہ کریں اُس سے کسی طرح تنگ دل بھی نہ ہوں بلکہ خوش خوش اس کو مان لیں۔"

اس کے بعد موقن (یعنی یقین دار) ہونا چاہیے جیسا کہ ارشاد ہے کہ: " يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ (سورہ ۲، آیہ ۳) .....

وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ~~سورہ ۲ آیہ ۴~~ یعنی وہ غیب پر ایمان لاتے ہیں ... اور وہی لوگ آخرت کا بھی یقین کرتے ہیں "
موقن کے بھی تین نشان ہوتے ہیں۔

پہلا نشان: علم الیقین[1] ہے، یعنی یقین کا جان لینا۔
دوسرا نشان، عین الیقین ہے، یعنی ذات اور حقیقت کو یقین (کی آنکھ) سے پہچان لینا۔

تیسرا نشان: حق الیقین ہے۔ یعنی یقین کا ہر طرح سے مکمل ہو جانا، علم الیقین اُن مومنین کا درجہ ہے، جو دنیا سے آخرت کی طرف متوجہ ہوئے ہیں۔ اور عین الیقین اُن مومنین کا درجہ ہے، جو آخرت کے درجہ کمال پر پہونچے ہوئے ہیں۔ اور حق الیقین ان مومنوں کا درجہ ہے، جو دُنیا اور آخرت دونوں سے آگے بڑھ چکے ہیں اور وہ اہل وحدت ہی ہیں اور وحدت کے درجے میں کوئی شخص اس وقت پہنچ سکتا ہے، جب کہ وہ ہر اعتبار سے اور قطعی طور پر اپنی ہستی کو چھوڑ دے، اور بہشت

---

[1] جس فارسی "مطلوب المومنین" سے یہ ترجمہ کیا گیا ہے، اس میں کسی نساخ یا کاتب کی کم علمی یا بھول کی وجہ سے یقین کے تین درجات اس طرح غلط ترتیب سے لکھے گئے ہیں "حق الیقین، علم الیقین، عین الیقین" حالانکہ سورۃ التکاثر یعنی سورہ ۱۰۲ آیہ ۵ تا ۷ میں اس حقیقت کا ثبوت ہے کہ یقین کے درجات کی صحیح ترتیب یہ ہے "علم الیقین، عین الیقین، حق الیقین"
(مترجم)

ثواب اور اپنے کمال کو طلب ہی نہ کرے اور دُنیا و آخرت سے بالکل ہاتھ اٹھالے۔ چنانچہ رسول علیہ السّلام نے فرمایا کہ :- اَلدُّنیا حَرامٌ عَلٰی اَھلِ الآخِرَۃِ وَالآخِرَۃُ حَرامٌ عَلٰی اَھلِ الدُّنیَا وَھُمَا حَرامَان عَلٰی اَھلِ اللّٰہِ تعالیٰ[1] آخرت چاہنے والوں پر دنیا حرام ہے، دنیا چاہنے والوں پر آخرت حرام ہے، اور اللہ چاہنے والوں پر دنیا و آخرت دونوں حرام ہیں، حقیقی اسماعیلی مومن کی شرائط یہی ہیں۔ جن کا ذکر ولیِّ زمان کی مہربانی سے کیا گیا۔

ISW Institute for Spiritual Wisdom and Luminous Science Knowledge for a united humanity

---

[1] یہ حدیث بالخصوص سورۂ بنی اسرائیل کی ان پانچ آیتوں کی تفسیر ہے جو صہ ۱۷ اور صہ ۲۱ کے درمیان ہیں۔

تیسری فصل

تولاّ اور تبرّا کے بیان میں

جو شخص دینداری کا دعویٰ کرتا ہو، تو اُسے دو چیزوں کے بغیر کوئی چارہ ہی نہیں، وہ تولاّ اور تبرّا ہیں، اس معنی سے کہ:- اَلَّذِیْنَ لَھُمْ حُبٌّ لِلّٰہِ وَ بُغْضٌ لِلّٰہِ [۱] یعنی جن لوگوں کو خدا ہی کی وجہ سے کسی کے ساتھ دوستی ہوتی ہے اور خدا ہی کے سبب سے کسی کے ساتھ دشمنی ہوتی ہے"۔ پس تولاّ کے معنی ہیں کسی شخص کی طرف توجہ کرنا (یعنی دوستی کرنا) اور تبرّا کے معنی ہیں اس کے ماسوا سے بیزار ہوجانا۔

تولاّ اور تبرّا میں سے ہر ایک کا ایک ظاہر اور ایک باطن ہے ظاہری تولاّ یہ ہے کہ نیک لوگوں گے ساتھ دوستی رکھی جائے اور باطنی تولاّ یہ ہے کہ خدا کے امر یعنی امام زماں کی طرف منہ کرلیا جائے (یعنی

---

[۱] بعض تصوّف کی کتابوں میں یہ حدیث اس صورت میں بھی پائی جاتی ہے: اَلْحُبُّ لِلّٰہِ وَالْبُغْضُ لِلّٰہِ یہ حدیث بطورِ خاص ان آیتوں کی وضاحت کرتی ہے، جو سورۂ مائدہ کی آیت ۵۴ سے ۵۷ تک ہیں۔ یعنی اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ، اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ۔

صحیح معنوں میں امامِ زمان کی فرمانبرداری کی جائے) ظاہری تبرّا یہ ہے ، کہ اس میں بُرے لوگوں سے قطع تعلق کیا جاتا ہے اور ان سے بیزار ہوجاتا ہے ، اور باطنی تبرّا یہ ہے کہ جوکچھ اس (خدا کے امر یعنی امام زمان) کے سوا ہے ، اس سے دینی طور پر قطع تعلق کیا جاتا ہے۔ اور بیزار ہوا جاتا ہے اور تولّا و تبرّا چار چیزوں سے مکمل ہوجاتے ہیں علی الترتیب : معرفت ، محبّت ، ہجرت اور جہاد ہیں۔ ان چار چیزوں میں سے ہر ایک کا بھی ایک ظاہر اور ایک باطن ہے ، معرفت کا ظاہر یہ ہے کہ اس میں خدا کو مردِ خدا یعنی امامِ زمان ہی کے ذریعہ پہچان لیا جاتا ہے ، کیوں کہ امامِ زمان ہی خدا کے خلیفہ (یعنی قائم مقام) ہیں اور تولاّ کا باطن یہ ہے کہ خدا کے ماسوا کو نہ پہچانا جائے اور محبت کا ظاہر یہ ہے کہ اس کی عبادت کی جائے اور اس کی دوستی اختیار کرلی جائے اور محبت کا باطن یہ ہے کہ اس کے سوا جو کچھ بھی ہو ، اس سے دوستی نہ کی جائے ۔ ہجرت کا ظاہر یہ ہے کہ اس کے دشمنوں سے قطع تعلق کرلیا جائے اور ان سے بیزار ہوجایا کرے ۔ اور ہجرت کا باطن یہ ہے کہ جوکچھ اس کے سوا ہو ، جیسے عیال ، جان اور جسم کہ یہ سب کچھ چند روزہ ہیں ۔ اس لئے ان چیزوں سے قطع تعلق کرلیا کرے اور ان چیزوں سے بیزار ہوجایا کرے اور جہاد کا ظاہر یہ ہے کہ خدا کے دشمنوں سے دشمنی رکھی جاتی ہے اور جہاد کا باطن یہ ہے کہ نفسانی لذّتوں اور خواہشوں کو ترک کرنے کی کوشش میں اپنے نفس کے خلاف جہاد

کیا جاتا ہے اور اُن تمام لذتوں اور خواہشوں کو خدا کی راہ میں نیست و نابود کر دیا جاتا ہے۔

جب مذکورۂ بالا حقائق بجا لائے جائیں تو اس وقت حقیقی تولاّ و تبرّا درست ہو سکتے ہیں، یہی ہیں حقیقی تولاّ اور تبرّا کی شرائط، جو وَلیِّ زمان کی مہربانی سے بتا دی گئیں۔

ISW
LS
Institute for
Spiritual Wisdom
and
Luminous Science
Knowledge for a united humanity

چوتھی فصل

شریعت کے سات ارکان اور اُنکی تاویل

یہ حقیقت تمام فرقوں پر روشن ہے، کہ کسی چیز کے ظاہر سے پیشتر اُس کے باطن تک رسائی ناممکن ہے، اور جو چیز موجود ہے، اس کا ایک ظاہر اور ایک باطن[۵۱] ہے مثلاً عالم ظاہر جو عالم سُفلی ہے، اور عالمِ باطن جو عالمِ علوی ہے۔ اور جو کچھ اس عالم ظاہر میں موجود ہے، وہی عالم باطن میں بھی موجود ہوگا۔

شریعت کے ظاہر (کے بارے میں ایک مثال) یہ ہے کہ پہلے تو (ہر پھل کا) چھلکا پیدا ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد مغز، دانہ اور پھل، جو کہ مقصود ہے، پک کر تیار اور مکمل ہو جاتا ہے، پس جو شخص خدا پرستی کا دعویٰ کرتا ہو تو اُسے چاہیئے کہ شریعت پر دانش سے عمل کرے کہ شریعت پوست ہے، اور اس کے اوامر و نواہی[۵۲] کو، جو شریعت کے

---

[۵۱] ہر چیز کے ظاہر و باطن کے اثبات کے متعلق حکیمانہ بحث کا ملاحظہ ہو، کتاب "وجہ دین اردو" کلام - ۱۰ -

[۵۲] اوامر: امر کی جمع اور نواہی: نہی کی جمع ہیں، امر کا دوسرا لفظ حکم اور نہی کا دوسرا لفظ منع ہیں۔

سات ستون[۱] کے عنوان سے ہیں، شرعی قانون کے مطابق بجا لائے اور ان ظاہری ارکان کو بجا لانے کے بعد وہ جب یہ چاہتا ہے، کہ ان کے معنی یعنی باطن کو سمجھ لے اور عقلی و تصوراتی طور پر اس عالم سے اس عالمِ عُلوی کو لوٹ جائے، اور اپنے اصلی مقام میں پہنچ جائے تو وہ حقیقت کے سات ارکان کو طریقِ ذیل کے مطابق قائم کرے، تاکہ وہ مردِ حقیقت بن سکے۔

۱۔ پہلا رکن شہادت ہے، اور شہادت (یعنی گواہی) یہ ہے کہ تو خدا کو امامِ زمان ہی کے ذریعے سے پہچان لیا کرے۔ اس معنی میں کہ:

إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً" ۲ سورہ ۳۰ آیہ میں یقیناً (ہمیشہ کے لئے اپنا) ایک نائب رُوی زمین پر بنانے والا ہوں"

۲۔ دوسرا رکن طہارت ہے، اور طہارت یہ ہے کہ گزشتہ آئین سے تو دست بردار ہو جائے اور جو کچھ امامِ زمان ارشاد فرماتا ہے، اسی کو تو حق سمجھے، اور امامِ زمان ہی کے امر کی اطاعت کرے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ ۴ سورہ ۵۹ آیہ اے ایماندارو! خدا کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اولی الامر کی جو

---

[۱] شریعت کے سات ارکان یا اسلام کے سات ستون کی مزید تفصیل کیلئے دیکھو کتاب "دعائم الاسلام" جلد اول ص۳ نیز کتاب "وجہ دین" کلام ۳۳

تم میں سے ہیں[۵]"

۳ تیسرا رکن نماز ہے، اور نماز یہ ہے کہ تو دم بھر کے لئے بھی خدا، رسول اور خلیفہ خدا کی فرمانبرداری سے غافل نہ ہو تاکہ تو اس دائمی نماز میں لگا رہے، اس معنی میں کہ: اَلَّذِیْنَ هُمْ عَلٰی صَلَوٰتِهِمْ دَآئِمُوْنَ (سورہ ۷۰ آیہ ۲۳) یعنی ایسے لوگ جو صرف وہی "صلوٰۃ دائم" یعنی مسلسل نماز میں ہوتے ہیں"

۴ چوتھا رکن روزہ ہے، اور روزہ یہ ہوتا ہے کہ تو اپنے سات[۲] اعضا کو ظاہر اور باطن (کے تمام گناہوں) سے خدائے تعالیٰ کے فرمان کے مطابق روک لیا کرے، چنانچہ حق تعالیٰ حضرت مریم کے قصے میں فرماتا ہے کہ: اِنِّیْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا[۳] فَلَنْ اُكَلِّمَ الْیَوْمَ اِنْسِیًّا (سورہ ۱۹ آیہ ۲۶) یعنی مریم نے کہا

---

۱ اس آیۂ مبارکہ کی مزید حقیقتوں اور تاویل کیلئے دیکھو، کتاب:- "مفتاح الحکمت" از صہ ۲۲ تا صہ ۳۵ نیز کتاب "وجہ دین" کلام ۲ اور ۳۶

۲ اس مقام پر سات اعضاء کا اشارہ: دل، دماغ، آنکھ، کان، ناک منہ اور اعضای لامسہ (یعنی ہاتھ پاؤں اور جلد) کی طرف ہے، کیونکہ حقیقی پرہیزگاری کا روزہ انہیں سے متعلق ہے اور نفسانی خواہشات کے یہی سات دروازے ہیں جس طرح دوزخ کے سات دروازے ہیں

۳ روزہ کا قرآنی لفظ صوم ہے جس کے معنی ہیں، باز رہنا، رکنا، چنانچہ عرب والے کہتے ہیں: صَامَتِ الرِّیْحُ۔ ہوا ٹھہر گئی یا رک گئی بس جس طرح کھانے پینے سے رک جانے کا نام صوم (یعنی روزہ) ہے اسی طرح برے اقوال و افعال سے رک جانے کو بھی معصوم "کہتے ہیں جسکی ایک قرآنی مثال "روزہ مریم" ہے (مترجم)

Institute for Spiritual Wisdom and Luminous Science
Knowledge for a united humanity

کہ میں نے خدا کے واسطے روزہ کی نذر کی تھی، پس میں آج ہرگز کسی انسان سے بات نہیں کر سکتی۔"

۵۔ پانچواں رکن زکوٰۃ ہے، اور زکوٰۃ یہ ہوتی ہے کہ جو کچھ اللہ تعالےٰ نے تجھے عطا فرمایا ہے، اس کا دسواں حصہ امام زمان کے بیت المال میں پہنچا دیا کرے، یا یہ کہ مولا کے فرمانے پر اپنے مومن بھائی کو دیا کرے، اور تو فقرا و مساکین کے اس حق کو نہ روک لیا کرے۔ جیساکہ خدا کا قول ہے کہ، " وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ ۹۸ سورہ ۵ آیہ (اور انھیں یہ امر ہوا ہے کہ) وہ زکوٰۃ ادا کرتے رہیں اور یہی دینِ قائم ہے۔"

۶۔ چھٹا رکن جہاد ہے، اور جہاد یہ ہوتا ہے کہ تو اپنے نفس اور اپنی خواہشات سے جنگ کرتا رہے اور اس کو قتل کرے، فرد:-

نفس مردود است او را رد کنید پس مکان بر عالمِ سرمد کنید

یعنی نفس ہی (وہ شیطان ہے جس کو) نکال دیا گیا ہے، تو تم بھی اُسے نکال باہر کردو، پھر ابدی عالم میں اپنے لئے خاص مقام حاصل کرو۔" نیز (جہاد کی تاویل یہ ہے کہ) خدا کے سوا جو کچھ بھی ہو، اس کے ساتھ تعلق نہ رکھا کرو، اور اپنے جسم و جان کو خدا کے راستے میں قربان کر دو۔ جیساکہ ارشاد ہے کہ: وَالْمُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ ۴ سورہ ۹۵ آیہ = اور خدا کی راہ میں اپنے مال و جان سے جہاد کرنے والے۔

۷ ساتواں رکن حج ہے، اور حج یہ ہے کہ تو اس سرائے فانی سے ہاتھ اٹھائے اور سرائے باقی کی طلب کرتا رہے۔ اس معنی کی دلیل یہ کہ: وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا لَهْوٌ وَّ لَعِبٌ ط وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ (۲۹ سورہ، ۶۴ آیہ) اور یہ دنیاوی زندگی تو کھیل تماشے کے سوا کچھ نہیں، اور اگر یہ لوگ سمجھیں بوجھیں تو اس میں کوئی شک نہیں کہ بس آخرت کا گھر ہی حقیقت میں زندہ [1] ہے۔ اور باطنی حج والوں کا طریق یہی ہے۔

مومنوں کو چاہیے کہ شریعت کے سات ارکان کی تاویل مذکورۂ بالا معنی کے مطابق بجا لائیں، تاکہ مردِ حقیقت بن سکیں، کیونکہ حقیقت کی تکالیف کے مقابلے میں شریعت کے اوامر و نواہی کی تکالیف بہت آسان ہیں۔ جس کی دلیل یہ ہے کہ اگر مردِ شریعت ہر اس طاعت کو جو شریعت میں اس پر واجب ہے، دن رات کے تقریباً دو گھنٹوں میں بجا لا سکے، اور اس کے بعد دنیا کا جو کچھ ضروری کام اور کسب و معاملہ ہو، اس کے ساتھ مشغول ہو جائے تو بقول شریعت وہ خدا پرست اور رستگار رہے، لیکن حقیقت

---

[1] اگر آخرت کا گھر زندہ ہے، تو اس کا کیا ثبوت ہے؟ یہ سوال اور اس قسم کے بہت سوالات حضرت حکیم پیر سید شاہ ناصر خسرو قدس اللہ سرہ نے اپنی مشہود کتاب۔ وجہ دین کے کلام ۔۴۔ حل کر دیئے ہیں۔

کے اوامر و نواہی اس سے زیادہ مشکل ہیں، جس کی دلیل یہ ہے کہ اگر مردِ حقیقت باطنی اوامر و نواہی سے متعلق نماز، روزہ (جیسا کہ اسی فصل میں مذکور ہے) اور طاعت سے چشم زدن کے لئے رُک جائے اور غافل ہو جائے، تو اسی غفلت کے وقت جو کچھ کہے، جو کچھ دیکھے اور جو کچھ کرے، وہ سب کچھ خدا کی طرف نزدیک تر جانے کا ذریعہ بننا تو در کنار، بلکہ اگر وہ خدا کی یاد کے بغیر پانی کا ایک پیالہ یا روٹی کا ایک نوالہ پیاس اور بھوک رفع کرنے کے لئے پیئے یا کھائے، تو وہ پانی اور روٹی اس پر حرام ہو جاتی ہے۔ حقیقت کا قول یہی ہے اور وہ شخص مردِ حقیقت اور اہل باطن نہ رہے گا، بلکہ اُس نے جو کچھ طاعت کی ہے، وہ سب ضائع ہو جاتی ہے اور خدا پرست اور رستگار نہیں ہے۔ پس جو گروہ اپنے آپ میں یہ قوّت و صلاحیت نہ دیکھ پا رہا ہو، وہ حقیقت کے اوامر و نواہی پر ٹھہر نہیں سکتا، مگر یہ ہے کہ (ایسا گروہ) شرعی طاعت سے دست بردار نہ ہو جائے (کیونکہ ایسا نہ ہو کہ وہ کہیں کا بھی نہ رہے) کہ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ [سورہ ۲۲ آیہ ۱۱] یعنی اس نے دنیا اور آخرت دونوں کا گھاٹا اٹھایا ہے۔ اور جو شخص اس کے برعکس عمل کرے، تو نہ مردِ شریعت رہ سکے گا۔ اور نہ مردِ حقیقت بن سکے گا، بلکہ ملحد اور بے دین ہو گا۔

حق تعالیٰ سب کو طاعتِ ظاہر اور طاعتِ باطن کی توفیق

عطا فرمائے[۱] اور حق تعالیٰ کے امر، امام زمانؑ کے فرمان قرآن اور حضرت رسول علیہ السّلام کی احادیث پر ثابت قدم رکھے! اور شیطان کے وسوسوں، ظالموں کے ظلم وستم، ناگہانی بلاؤں اور زمانۂ آخر کے فتنوں سے سب کو بچائے رکھے! یا صاحب العصر والزّمان! آمین یا ربّ العٰلمین!! برحمتک یا ارحم الرّاحمین!!!

---

[۱] یہ حصہ کسی کم علم شخص کی دست اندازی کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے، کیونکہ عبارت میں کوئی درست ربط و ترتیب نظر نہیں آتی۔

Institute for Spiritual Wisdom and Luminous Science
Knowledge for a united humanity

ترجمہ کردہ شد

بدست خادم دین مبین و فقیرِ حقیر، نصیر ہونزائی
اندر مدّتِ دو روز، یعنی بمورخہ ۸، ۹ ر صفر المظفر سنہ ۱۳۸۷ھ
بمطابق ۱۸، ۱۹ ر ماہ مئی سنہ ۱۹۶۷ء

ISW LS
Institute for Spiritual Wisdom and Luminous Science
Knowledge for a united humanity

This Page Intentionally Left Blank

کلام مولانا علی علیہ السلام

انسانی حقیقت کی جامعیت اور اس کے مادی اور روحانی حقیقتوں پر حاوی اور شامل ہونے کا بیان

(ترجمہ و شرح از نصیر الدین نصیر ہونزائی)

دَوَاءُكَ فِيكَ وَمَا تَشْعُرُ — وَدَاءُكَ مِنْكَ وَمَا تُبْصِرُ

تیری دوا تجھ ہی میں ہے اور تو سمجھتا نہیں — اور تیری بیماری تجھ ہی سے پیدا ہوئی ہے اور تو دیکھتا نہیں

وَتَحْسَبُ اَنَّكَ جِرْمٌ صَغِيرٌ — وَفِيكَ انْطَوَى الْعَالَمُ الْاَكْبَرُ

اور تو گمان کرتا ہے کہ تو ایک چھوٹا سا جسم ہے — حالانکہ تجھ میں عالم الکبیر لپٹا ہوا ہے

وَاَنْتَ الْكِتَابُ الْمُبِينُ الَّذِي — بِاَحْرُفِهِ يَظْهَرُ الْمُضْمَرُ

اور تو ہی وہ بولنے والی کتاب ہے کہ جس کے — حروف سے پوشیدہ راز ظاہر ہو جاتے ہیں

فَلَا حَاجَةَ لَكَ فِي خَارِجٍ — يُخَبِّرُ عَنْكَ بِمَا سُطِّرَ

تجھ کو ظاہر میں کسی شخص کی ضرورت نہیں — کہ وہ تیری ذات میں لکھی ہوئی باتوں کی خبر دے

ISW
Institute for Spiritual Wisdom and Luminous Science

شرح

(۱) ای وہ انسان! جو روحانی یا جسمانی قسم کی کسی بڑی یا چھوٹی تکلیف میں مبتلا ہے، یہ حقیقت سن لے کہ تیری اس بیماری اور تکلیف کی سو فی صد مؤثر اور شفا بخش دوا تیری ہی ذات میں پوشیدہ ہے۔ حالانکہ تو اس حقیقت سے بے خبر ہے۔ نیز تیری یہ بیماری بھی دراصل تجھ ہی سے پیدا ہوئی ہے۔ ہر چند کہ تیری نظر اس واقعہ تک نہیں پہونچ سکتی۔

عقلی دلیل: یہ ایک مانی ہوئی حقیقت ہے کہ انسان اشرف المخلوقات کا درجہ رکھتا ہے، اور چند چیزوں میں سے کوئی چیز اشرف و افضل اس وقت کہلا سکتی ہے جب کہ وہ اپنی خوبیوں کی جامعیت کی بنا پر ان باقی تمام چیزوں سے بڑھ کر ہو۔ چنانچہ انسان اپنی ادنیٰ و اعلیٰ ہر قسم کی صلاحیتوں کی جامعیت ہی میں تمام مخلوقات سے بڑھ کر ہے کیوں کہ وہ اپنی ذات میں ایک ایسا جوہر ہے۔ جسے کائنات و موجودات کا نچوڑ اور خلاصہ کہنا بجا ہے اور اس کی جملہ صلاحیتوں میں سب سے پہلی قوت عقل ہے۔ جس میں ارادہ اختیار اور معرفتِ ذواتِ موجودات

کی انتہائی قابلیت موجود ہے اور اس کو عقل اور اس کی جملہ قوتیں (مثلاً ارادہ، اختیار وغیرہ) اس وقت عنایت کی گئی ہیں، جب کہ وہ نہ رنج میں تھا نہ راحت میں، پس اس حقیقت ثانیہ کی وضاحت کا یہ نتیجہ نکلا، کہ انسان خود ہی اپنے لئے رنج یا راحت پیدا کرتا ہے۔

(۲) اے انسان! کیا تُو یہ گمان کرتا ہے کہ تو اس انتہائی عظیم اور وسیع کائنات کے بے شمار اجسام میں سے ایک چھوٹا سا جسم ہے، حالانکہ تجھ میں عالم اکبر لپٹا ہوا ہے، یعنی تیری روحانی ہستی میں یہ وسیع کائنات اور اس کی تمام چیزیں ملفوف اور محدود ہیں، بالفاظ دیگر تیرے روحانی وجود میں کائنات و موجودات کی تمام حقیقتیں سموئی ہوئی ہیں، اس لئے دراصل تو ہی عالمِ اکبر ہے اور یہ کائنات عالمِ اصغر ہے۔

عقلی دلیل: اگرچہ ہر عام انسان اس قابل نہیں کہ وہ اپنی روحانیت و حقیقت کی ہمہ گیر وسعت کے بارے میں پورا پورا یقین کر سکے تاہم اگر وہ اس حقیقت پر خوب غور کرے تو وہ اپنی روحانی جامعیت اور ہمہ گیر وسعت کے متعلق کسی حد تک باور کر سکے گا، وہ حقیقت یہ ہے کہ ہر انسان بحالتِ خواب اپنے آپ کو ایک وسیع عالم میں دیکھتا ہے، جو اس مادی دُنیا سے الگ تھلگ اور بالکل نرالا ہے جس میں

آسمان اور زمین کی تمام چیزیں موجود ہیں اور کوئی ایسی چیز نہیں، جو امکانی طور پر اس میں نہ پائی جائے، پس عالم خواب انسان کی روحانی جامعیت وکیفیت کی ایک معمولی سی مثال ہے، جس سے باور کیا جا سکتا ہے، کہ درحقیقت انسان ہی عالم اکبر ہے، اور کائنات بحقیقت عالم اصغر ہے۔

(۳) تو اپنی روحانی تمامیّت وکمالیّت کے اعلیٰ درجے پر خدا کی وہ بولنے والی معجزاتی کتاب ہے کہ جس کے زندہ، خود گو اور پُر حکمت حروف سے دونوں جہان کے پوشیدہ اسرار ظاہر ہو جاتے ہیں۔

عقلی دلیل: سارے انبیاء واولیاء، جو خدا تعالیٰ کی طرف سے تمام بنی آدم کی ہدایت کرنے اور انھیں کمال انسانی کے اعلیٰ ترین درجے تک پہنچا دینے کے لئے آئے ہیں وہ بلاشبہ سب کے سب بشر ہی ہوتے ہیں، مگر ایسے بشر کہ جن کی ذات وصفات میں انسانی فضل وکمال کے کرشمے بدرجہ اتم موجود ہوں اور وہ بامر الٰہی لوگوں کو جو کچھ ہدایت و کرتے ہیں۔ اس میں یہ معنی پوشیدہ ہوتے ہیں کہ وہ تمام انسانوں کو نبوت اور ولایت سے قریب تر تعلیم دیتے ہیں تاکہ لوگ انبیاء واولیا کی طرح خدا کے قرب وحضور سے مشرف ہو جائیں اور خدا کا قرب وحضور

وہ اعلیٰ ترین مقام ہے جس کو صفاتِ انسانیہ کی تمامیت وکمالیت کا آخری درجہ کہا جاتا ہے۔ چنانچہ کتب سماویہ اور تواریخ عالم شاہد ہیں کہ جن لوگوں نے صحیح معنوں میں انبیاء و اولیا کی ہدایت کی پیروی کی تو وہ درجہ انسانیت کے کمال کو پہنچ گئے۔ پس اس بیان کا نتیجہ یہ ہوا کہ انسانِ کامل تمام انسانوں کے امکانی فضل و کمال کی زندہ مثال اور ان کی اُخروی عظمت وجلالت کا عملی نمونہ ہیں اور اس میں کوئی شک ہی نہیں کہ انسانِ کامل یعنی امام زمان کی ظاہری اور باطنی ہدایت پر کما حقہ، عمل کرنے کے بعد ہر حقیقی مومن جذا کی وہ معجزاتی کتاب بن سکتا ہے، جس کا ذکر ہوا۔

(۴) ظاہری اور باطنی ہدایت پر عمل پیرا ہونے کے بعد جب تو روحانیت کی معجزاتی کتاب بن جائے تو تجھے کوئی ضرورت ہی نہیں، کہ تو خارج اور ظاہر میں کسی سے رجوع کرے تاکہ وہ تیری روحانی کتاب پڑھ کر تجھ کو اس کے حقائق و معارف سے روشناس کر دے بلکہ امر واقع یہ ہے کہ وہ معجزاتی زندہ اور خودگو کتاب جو در اصل تیری حقیقی روح ہے، اپنی پُر اسرار حکمتوں کو خود از خود پڑھ کر سناتی اور سمجھاتی رہتی ہے۔

عقلی دلیل: کوئی باشعور شخص اپنی حقیقت سے ہرگز

انکار نہیں کرے گا۔ کہ ایک عام انسان جب ظاہری طور پر بالکل خاموش ہوکر اپنے دل و دماغ کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے، تو وہ اپنے باطن میں غیر ارادی اور بے ترتیب قسم کی ایک گفتگو کا احساس کرتا ہے، جس کی آواز نہ ہونے کی برابر ہے اور انسان کے ضمیر کی اس بے آواز گفتگو کو صوفیائے کرام حدیثِ نفسی کہتے ہیں، اور قرآنی اصطلاح میں اس کیفیت کا نام وسوسۂ نفس ہے، بہرحال اخلاقی اور روحانی ترقی کے بعد انسان کے ضمیر کی یہ آواز یا کہ یہ حدیث نفسی بتدریج مذکورۂ بالا معجزاتی کتاب کی صورت اختیار کر لیتی ہے، جس طرح ایک شیر خوار بچہ شروع شروع میں معنی دار الفاظ کے بغیر ہر وقت یونہی منہ سے آواز نکالتا اور ہاتھ پاؤں مارتا رہتا ہے اور اس کی یہ طفلانہ حرکات ایک ناسمجھ آدمی کے نزدیک فضول ہوں، تو ممکن، مگر ایک دانشمند شخص کی نظر میں بچے کی یہ حرکتیں اس امر کی دلیل ہیں کہ وہ آگے چل کر علم و دانش کی باتیں کرنے لگے گا۔ اور اس کے ہاتھ پاؤں مارنے کی وہ بے ترتیب سی حرکت باقاعدہ کام کرنے اور ٹھیک طرح سے چلنے کی صورت اختیار کرے گی، اسی طرح بلاشک انسان کے ضمیر کی وہ بے کیف اور بے ترتیب آواز روحانی ترقی کے بعد خدا کی قدرتِ کاملہ سے کتابِ مبین (یعنی کتابِ ناطق یا کہ خود گو کتاب) بن جاتی ہے۔

نصیر الدین نصیر ہونزائی

کی دوسری

تصنیفات وتراجم:-

مطبوعہ

سلسلۂ نورِ امامت	ڈیڑھ روپیہ
نغمۂ اسرافیل	ڈیڑھ روپیہ
آئینۂ جمال	————
میزان الحقائق	ڈیڑھ روپیہ
شرافت نامہ	۶۲ پیسے
منظومات نصیری	سوا روپیہ
مفتاح الحکمت	دو روپے
فلسفۂ دعا	دو روپے
مطلوب المومنین	۵۰ پیسے
اثباتِ امامت	۵۰ پیسے

غیر مطبوعہ

آئینۂ رُوح — درس اخلاق

تفسیرِ کلمۂ طیبہ — تفسیر سورۃ الفاتحہ

درخت طوبیٰ (فارسی) — درختِ طوبیٰ (اردو)

گلشنِ خُودی — وجدِ دیں (زیرِ طبع)

طابع : باب الاسلام پریس ۔ کراچی

ISW LS
Institute for Spiritual Wisdom and Luminous Science
Knowledge for a united humanity